Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

☆ڈاکٹر سجاد نعیم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ ءاردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
☆☆محمد اویس
ایم فل اسکالر، شعبہ ءاردو، بہاالدین زکریایونیورسٹی، ملتان

فکشن کے فن کا عالمی تناظر: انگریزی سے اردو تراجم کا جائزہ

Abstract:

It has been written a lot about the art of fiction and still critics are writing. Every piece of criticism introduced new definations and art of fictions. So far it has been fictions, on the debate of its art new thought will be emerged. In Urdu world there are specific thoughts about this, which introduced only basic concepts about the art of fiction. When urdu translations of Western Critics's writings start coming it established urdu criticism as well. So far in urdu there are few writings of Western Fiction's critics has been translated, in which Milan Kundera, E.M. Forster, D.H. Lawrence, Richard Chase, Jorge Luis Borges, William Faulkner and Mario Vargas Llosa are prominent. This article not only introduces these translations but also emphasises the importance of these urdu translations. So that further work should come in the light of these findings.

ہمارے ہاں فکشن کو افسانوی ادب بھی کہا جاتا ہے۔ دراصل Fiction انگریزی زبان کا لفظ ہے مگر اردو ادب میں لفظ فکشن اب مستعمل ہو چکا ہے۔ فکشن کی اکثر یہ تعریف کی جاتی ہے کہ وہ تحریر جس میں کہانی یا افسانوی رنگ موجود ہو۔ ناول، افسانہ،

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ڈرامہ، حکایت اور حتی کہ منظوم قصوں کو بھی فکشن کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ مشرقی ناقدین نے فکشن کو اپنے تہذیبی ورثے، اساطیر اور تخیل کے ذریعے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے برعکس اگر ہم مغربی ناقدین کو دیکھیں تو انہوں نے فکشن کی جڑیں انسان کے وجود میں تلاش کی ہیں۔ یعنی فکشن کسی موجودہ چیز کو بیان کرنے کا نام ہے۔ امریکہ کے ناول نگار اور نقاد ماریو برگس یوسا کا خیال ہے کہ فکشن بظاہر تو جھوٹ ہی ہوتا ہے جس میں صداقت یا حقیقت چھپی ہوتی ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ فکشن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہو وہ کبھی واقع ہی نہ ہوا ہو۔ یعنی مرد اور عورت جو زندگی گزارنا چاہتے تھے، وہ نامساعد حالات کی وجہ سے نہ گزار سکے اور اسے "گھڑنے پر مجبور ہو گئے"۔(1) فکشن نگار ایک ایسی دنیا خلق کرتا ہے جس کی بنیاد لفظوں پر قائم ہوتی ہے۔ مواد (داخلی ہئیت) اور فارم (خارجی ہئیت) کے درمیان ربط، ایک نئی دنیا کی جانب پہلا قدم ہوتا ہے۔ فکشن میں جو زندگی ہمیں دکھائی دیتی ہے وہ ہماری حقیقی زندگی سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ فکشن نگار اپنی مرضی کے مطابق تمام تصورات کی کایا کلپ کرتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایک نئی حقیقت کو جنم دے رہا ہوتا ہے۔ قاری کے لیے یہ اہم ہوتا ہے کہ وہ کسی فکشنی کردار کے ذریعے دنیا کی حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے جس کے بعد وہ تجربات میں بھی تبدیلی لاتا ہے اور زندگی کو پرکھنے کا انداز بھی تغیر پذیر ہوتا ہے۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فکشن حقیقی زندگی کا التباس پیش کرتا ہے لیکن حقیقی زندگی میں ہمیں جو باز پرس دینا پڑتی ہے، وہ فکشنی دنیا میں مفقود ہوتی ہے۔ مغربی ناقدین نے جب بھی فکشن کے فن پر قلم اٹھایا تو اس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فکشن کے فن سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ خود بھی فکشن نگار ہیں۔ اس طرح وہ فکشن کے ان پوشیدہ گوشوں کی نقب کشائی کرتے ہیں جو ایک عام نقاد کی نظروں سے اوجھل رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں جن لوگوں نے فکشن کی تنقید لکھی، بدقسمتی سے وہ خود اعلیٰ پائے کے فکشن نگار نہیں تھے۔ اس لیے ان کی تنقید فکشن کے چند حصوں مثلاً کہانی، پلاٹ، قصہ، کردار اور اسلوب وغیرہ تک محدود رہی اور ظاہر ہے یہ روایتی تنقید جدید فکشن کے اَسرار و رموز کو پرکھنے میں کبھی بھی معاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ فکشن کے موضوعات میں لامحدود تبدیلیاں آچکی ہیں اور ظاہر ہے ایسے فکشن کا ازکار رفتہ طریقوں سے تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہمیں ان جدید رویوں کو اپنانا پڑے گا جن کی مدد سے فکشن کے نئے رویوں کو گرفت میں لیا جا سکے۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اردو میں فکشن کے فن پر چند کتابیں ترجمہ بھی ہو چکی ہیں جن میں میلان کنڈیرا، ای۔ ایم فارسٹر، ماریو برگس یوسا، ڈی۔ ایچ لارنس اور رچرڈ چیز کی فکشنی تنقید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے ہاں جو ناول تخلیق کیا گیا یا کیا جا رہا ہے، اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہی رہا کہ اس میں ناول نگار کا ذاتی نکتہ نظر زیادہ حاوی ہے۔ جبکہ اس میں ناول کی اصل روح دھندلی دکھائی دیتی ہے۔ ماریو برگس یوسا نے اپنی کتاب "Letters to a Young Novelist" میں ناول کے مختلف حوالوں پر چشم کشا بحث کی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد عمر میمن نے کیا۔ یوسا نے تکنیک، کردار، راوی اور زبان کے بارے میں منفرد خیالات پیش کیے ہیں۔ یہ خیالات پیچیدہ تو نہیں تو مگر تہہ دار ضرور ہیں۔ انہوں نے اپنے خطوط کے ذریعے منفرد تاثرات پیش کیے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کیا فکشن کی دنیا مفروضاتی ہوتی ہے؟ یہ قاری کے لیے تو ہو سکتی ہے مگر فکشن نگار کے لیے حقیقی ہی ہوتی ہے۔ فکشن نگار نے مختلف تجربوں کے بعد اپنا فکشن تخلیق کیا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ناول میں کسی کردار کے اندر موجود بھی ہو۔ ایک قاری کے لیے فکشن کی دنیا کچھ وقت کے لیے اپنا وجود رکھتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کے بہترین اوقات بسر کرتا ہے لیکن ایک ایسا بھی وقت آتا ہے جب وہ زندگی کی حقیقتوں سے روشناس ہو جاتا ہے اور اس کے لیے کچھ بھی نیا نہیں رہتا۔ اسی طرح فکشنی دنیا میں زمان و مکان عارضی حیثیت رکھتے ہیں، بظاہر ہمیں جو سمٹا ہوا دکھائی دیتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ وہ بکھر کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

فکشن میں اسلوب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلوب / زبان فکشن کا اصل چہرہ ہوتا ہے اور قاری اس سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ یعنی اسلوب کے ذریعے ہی کرداروں کی نفسیات اور مخصوص لوکیل کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یوسا کا خیال ہے کہ ہمیں اس بات پر توجہ نہیں دینی چاہیے کہ اسلوب ٹھیک ہے یا نہیں بلکہ یہ زیادہ اہم ہے کہ اسے پیش کی گئی کہانی کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ یعنی ایسے موزوں الفاظ کا استعمال ہو کہ ہمیں کہانی پڑھتے ہوئے حقیقی زندگی کا کوئی رنگ نظر آئے۔(2) اسلوب چونکہ کسی فکشن نگار کی شخصیت کا آئینہ بھی ہوتا ہے اور اس کے کرداروں کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ قباحت ہے کہ کسی بھی کہانی کا موضوع اپنے اسلوب کے ساتھ لگا نہیں کھاتا۔ اگر تاریخی کہانی بیان کی جا رہی ہو تو اس کا اسلوب فکشن نگار کا ذاتی نکتہ نظر پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اردو ادب میں عبدالحلیم شرر پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ تاریخ کی اصل روح سے واقف ہی نہیں تھے، اس لیے انہوں نے جو تاریخی ناول لکھے ان میں کئی جگہوں پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کے۔ کے کُھلر کا خیال ہے کہ ناول نگار کو تاریخی ماحول پیدا کرنے کے لیے اس زمانے کی تہذیب و تمدن کا ادراک ہونا ضروری ہے۔ وہ صرف رسم و رواج، رہن سہن اور کھیل کود کے متعلق

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

آگاہ نہیں ہوتا بلکہ "زبان و بیان کا علم لازم ہے"۔(3) بعض فکشن نگار ایسا اسلوب بھی اختیار کرتے ہیں جو فکشنی ہونے کی بجائے منطقی یا اسدلالی ہی رہتا ہے۔ ایسی صورت میں فکشن نگار اپنے کسی کردار کی اصلیت کو پیش کرنے میں ناکام ٹھہرتا ہے۔ یوسا نے اسلوب کے جس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو جدید فکشن نگار کے لیے سمجھنا ضروری ہے تاکہ زبان کی سطح پر وہ اپنے کردار کو بھرپور انداز میں پیش کر سکے۔ فکشن نگار کردار کی زبان اور لوکیل کے درمیان انطباق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جس دنیا کو پیش کر رہا ہے اس میں کوئی کمزور پہلو باقی نہ رہے۔

قاری اور فکشن نگار کے درمیان فاصلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب خلق کیا گیا کردار مکالمہ نہیں کر پاتا اور وہ اپنے اجنبی اسلوب کی وجہ سے خلا میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ایک اعلیٰ فکشن نگار کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ وہ اسلوب کے ذریعے ایک ایسی فضا قائم کرے جو قاری کو اپنائیت کا احساس دلائے۔ فکشن نگار جب بھی اسلوب کی تلاش میں نکلتا ہے تو وہ ایسا سرمایہ ضرور ڈھونڈ لاتا ہے جو اس کو اپنے ہم عصر فکشن نگاروں میں انفرادیت عطا کرتا ہے۔ اکثر فکشن نگار یہ سمجھتے ہیں کہ مختلف رجحانات اور تحریکوں کے اسلوب اپنانے سے منفرد اسلوب اختیار کیا جا سکتا ہے مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ ہیئت اور اسلوب میں فرق ہے۔ اس طرح ہر فکشن نگار کو اپنا اسلوب خود تلاش کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ جس دنیا کو پیش کرنے جا رہا ہے وہ قاری کے لیے اجنبی اور پریشان کن نہ ہو۔

میلان کنڈیرا کی کتاب "Art of Novel" اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ارشد وحید نے کیا ہے۔ اس میں کنڈیرا نے نا صرف فنی سوالات اٹھائے ہیں بلکہ بہت سہل انداز میں ناول کا نظریاتی تناظر بھی واضح کیا ہے۔ کنڈیرا کا خیال ہے کہ عہدِ جدید میں صرف وہی ناول اپنی اہمیت رکھتا ہے جو انسان کے وجود پر بحث کرتا ہے۔ کسی بھی فرد کے لیے اس کا وجود سب سے بڑی سچائی ہے اور اسی حقیقت کا ادراک ہونے کے باعث وہ کئی مسائل سے بھی نبرد آزما رہتا ہے۔ جدید عہد میں افراتفری کی وجہ سے انسان کم مائیگی، لایعنیت اور تشکیک کا شکار ہے۔ اس لیے ناول نگار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انسان کے ان حقیقی مسائل کو موضوع بناتے ہوئے، وجود کے نئے گوشوں کو آشکار کرے۔ کنڈیرا کا خیال بھی تو یہی تھا کہ ناول ہمیشہ کسی انوکھی چیز کو پیش کرتا ہے یعنی ایک ناول سے ہم وہ کچھ سیکھیں جو ہمارے ہوش و حواس میں بھی نہیں ہوتا۔ یوں ناول کو ہمارے ذاتی نظریات کی نشاندہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے تو تمام حدیں توڑ دینی چاہییں اور کسی نئی حقیقت کو دریافت کرنا چاہیے۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ اگر کسی سیاسی شخصیت کا قتل ہو جائے اور ایک عام آدمی سے پوچھا جائے تو وہ اس متعلق اپنا سطحی نظریہ پیش کرے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

گا لیکن اگر اس قضیے کو ناول نگار اپنا موضوع بناتا ہے تو کہانی اور طرح بیان ہو گی یعنی حقیقت کا کوئی نیا گوشہ دریافت ہونا چاہیے۔ فی زمانہ ناول نگاروں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی نظریات سے نکل کر ناول کی روح کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انہیں کنڈیرا کا یہ بیان ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ "ناول کے وجود کا حقیقی جواز اس شے کو دریافت کرنا ہے جسے صرف ناول ہی دریافت کر سکتا ہے۔ ایک ایسا ناول جو وجود کے اب تک کسی نا معلوم گوشے کو دریافت نہیں کرتا، غیر اخلاقی ہے۔ جاننا ہی ناول کی واحد اخلاقی قدر ہے۔"(4)

ناول کا بنیادی مقصد قاری کو اپنی گرفت میں لینا ہے تا کہ اسے اندازہ ہو کہ ناول کی دنیا کتنی وسیع اور پر مایہ ہے۔ اکثر ناول تخلیقی روح سے خالی ہوتے ہیں اور وہ کسی بھی کسی نئی حقیقت کو پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ناول جب تک کوئی سوال نہیں اٹھائے گا، اس کا تخلیقی مقصد مر دہ رہے گا۔ ناول انسان کے ماضی، حال اور مستقبل کے ان راستوں کو کھوجتا ہے جو اس کی زندگی کو تہہ و بالا کرنے کے لیے اس گم راہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ناول انسانی زندگی کو موضوع بناتا ہے اور کرداروں کی مدد سے حقیقت کے نئے روپ تلاش کرتا ہے۔ جس طرح خدا نے اس کائنات کو تشکیل دیا ہے ناول نگار بھی ایسی ہی کوئی دنیا بنانے کی کوشش کرتا ہے، جس میں وہ کرداروں کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہے۔

ہمارے ہاں ناول نگار جیسے اپنی حقیقی زندگی میں دکھائی دیتے ہیں، ان کا وہی عکس ہمیں ناول میں بھی نظر آتا ہے۔ یہ ناول کی ناکامی اور کمزوری ہوتی ہے کہ جس میں کسی کردار کی بجائے ناول نگار اپنا نکتہ نظر پیش کرے اور یہ دھاک بٹھائے کہ وہ عقل مند ہے۔ جبکہ کنڈیرا کا یہ خیال ہے کہ جو خود کو سمجھدار اور ذہین فطین سمجھتا ہے اسے ناول نگاری چھوڑ کر کسی اور کام کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔ اس کتاب میں کنڈیرا نے ناول کے فن پر جو مختلف سوالات اٹھائے ہیں، وہ جدید ناول کی روح کو سمجھنے کے لیے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

ای۔ ایم فارسٹر کی کتاب "Aspects of Novel" بھی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب پہلی بار 1927ء میں شائع ہوئی۔ اس کا انگریزی سے اردو ترجمہ ابوالکلام قاسمی نے کیا۔ اردو کے کئی ایسے ناقدین ہیں جنہوں نے اس کتاب کے نظریات اور مباحث سے استفادہ کر کے فکشن کی تنقید لکھی۔ مذکورہ کتاب میں فکشن کے روایتی تصورات کو موضوع بنایا گیا ہے جن میں قصہ، کردار، پلاٹ، فینتاسی، پیش گوئی، پیٹرن اور آہنگ شامل ہیں۔ پلاٹ کو فکشن کی دنیا میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر یہ کمزور ہو تو منطقی اور ذہنی پہلو زائل ہو جاتا ہے۔ پلاٹ ہی وہ عنصر ہے جو فکشن میں پُر اَسراریت اور ایک ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جو قاری کو اپنے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تصرف میں لے لیتا ہے۔ فارسٹر نے پلاٹ کی بابت بہت عمدہ نکتہ اٹھایا ہے کہ پلاٹ اور کردار کے درمیان ہمیشہ ایک جنگ جاری رہتی ہے اور پلاٹ زبردست انتقام لیتا ہے۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ ناولوں کا اختتام کمزور ہوتا ہے۔ اس کی علت یہی ہو سکتی ہے کہ پلاٹ ہمیشہ قصہ / کہانی کو ختم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ ہر تحریر کا کہیں نہ کہیں اختتام تو ضرور ہوتا ہے مگر ناول نگار کا جہاں سانس اُکھڑنے لگتا ہے، وہ لکھنا بند کر دیتا ہے۔ یوں پلاٹ اپنی منشا کے مطابق ناول کا اختتام کرتا ہے اور کردار بے جان ہو چکے ہوتے ہیں "اور ہم آخری تاثر ان کے مردہ پن سے اخذ کرتے ہیں۔"(5)

پلاٹ میں پیراڈاکس پیدا کرنے کے لیے پُراَسراریت سے کام لیا جاتا ہے جس سے کہانی / قصہ کے کئی پہلو جنم لیتے ہیں۔ ایک بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جدید فکشن میں اب "کیسے" کی بجائے اس منطق پر زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی ہے کہ اگر کچھ ہو رہا ہے تو "کیوں" ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی اور ڈاکٹر سید نور الحسن ہاشمی نے اپنی مشترکہ کتاب "ناول کیا ہے؟" میں پلاٹ کو پانچ حصوں میں منقسم کیا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ پہلے حصے میں ناول نگار تمام کرداروں کا تعارف کرواتا ہے۔ پھر دوسرے حصے میں کرداروں کے معاملات واضح ہوتے ہیں اور گتھیاں پڑنے لگتی ہیں جبکہ اگلے حصے میں کرداروں کے معاملات اتنے پیچیدہ ہو جاتے ہیں کہ ان کو سلجھانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جبکہ چوتھے حصے میں یہ گتھیاں سلجھنے لگتی ہیں اور آخری یعنی "پانچویں حصہ میں تمام معاملات خاتمہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ایک بہت سیدھی سی ترکیب ہوئی جو ناول نگار پلاٹ بنانے میں صرف کرتا ہے۔"(6) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پلاٹ کی فکشن میں کیا اہمیت ہے۔ بسا اوقات فکشن نگار کا میاب قصہ تو خلق کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لیکن پلاٹ اور قصہ کا انطباق اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ فکشن کے دوسرے اجزائے ترکیبی بھی متاثر ہوتے ہیں۔

رچرڈ چیز کی کتاب "The American Novel and its Tridition" 1957ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کتاب کا ترجمہ سید وقار عظیم نے کیا۔ اس میں چیز نے امریکی ناول کی روایت کا جائزہ لیتے ہوئے ناول کے فن پر اپنے نظریات بھی پیش کیے ہیں۔ رچرڈ چیز نے رومان کے متعلق جو بحث کی ہے، وہ ہماری تنقید سے بہت مختلف ہے۔ مشرقی ناقدین نے رومان کو ہمیشہ کسی رومانٹک ناول کے ذریعے تعبیر کرنے کی کوشش کی۔ جب بھی ہم رومان کا لفظ سنتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں فوراً ایک ہی خیال آتا ہے کہ یہاں ضرور عشق و محبت کی بات ہو گی۔ جبکہ رچرڈ چیز اسے تخیل کے معنوں میں لیتا ہے۔ وہ رومانی ناول کو دور پرے کی چیز قرار دیتا ہے جس کے بارے میں ہم صرف تصور یا قیاس ہی کر سکتے ہیں۔ رزمیہ نظمیں مثلاً اوڈیسی، ایلیڈ، رامائن اور مہابھارت بھی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

رومان ہی کی مثال ہیں کیونکہ ان نظموں کے کردار کسی نئے خطے کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ان کے اندر اَن دیکھی جگہوں کو دریافت کرنے کی جستجو اور لگن موجود ہوتی ہے۔ جب قاری ایسے متون کو پڑھتا ہے تو اس کے اندر بھی یہ خواہش بیدار ہوتی ہے کہ وہ ان خطوں کی تلاش میں نکلے۔ رچرڈ چیز کا خیال ہے کہ رومان میں ہمیشہ کرداروں کو مثالی رشتوں میں بانٹا جاتا ہے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رومان میں احساسات و جذبات کسی علامت میں ڈھل کر کوئی انسانی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ کسی گرداب میں پھنسے ہوتے ہیں اور خاصے پیچیدہ اور مشکل ہوتے ہیں۔ "ناول نگار کسی کردار میں ہماری دلچسپی کو بڑھانے کی خاطر، اس کی اصل کا سراغ لگائے گا۔ مگر رومان نویس ہمارے دلچسپی کو بڑھانے کی خاطر اسے اور پُراَسرار بنا دے گا۔"(7) ہمارے ہاں جب بھی فکشن میں رومان کا لفظ آتا ہے تو پڑھنے والا اسے اپنے مخصوص نکتہ نظر سے دیکھتا ہے لیکن رچرڈ چیز صرف اس بنیاد پر ناولوں کو رومانی نہیں قرار دیتا کہ اس کے کردار آپس میں محبت کرتے ہیں یا وہ ہر وقت عشق کا راگ اَلاپتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی اور ڈاکٹر سید نور الحسن ہاشمی نے اپنی مشترکہ کتاب "ناول کیا ہے؟" میں رومانی ناول کو سمندری ناول بھی کہا ہے مگر اس طرح ناول کا یہ پہلو بہت محدود ہو جاتا ہے۔ جبکہ رومانی ناول میں تو کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی اور آپ وہاں تک سوچتے ہیں جہاں تک آپ کا تخیل اجازت دیتا ہے۔ ناول کے اس فن پر ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ فکشن کے جید ناقدین کو اس جانب توجہ دینی چاہیے اور ایسے ناول تلاش کرنے کی ضرورت ہے جن میں رومان کے عناصر موجود ہوں۔

ڈی۔ ایچ لارنس مغرب کے ان چند اولین ناقدین میں شامل ہیں جنہوں نے ناول کے فن پر اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ لارنس صرف پینتالیس برس کی زندگی جیا اور اس دوران اس نے بے شمار ناول، خاکے، افسانے، نظمیں، مضامین اور ڈرامے تخلیق کیے۔ جب لارنس نے فکشن کی تنقید لکھنا شروع کی تو اس وقت ہنری جیمز اور ایف۔ آر لیوس کے علاوہ ایسا کوئی ناقد نہیں تھا، جس کی فکشن اور فلسفے پر گہری نظر ہو۔ ان کے مضامین کو مظفر علی سید نے "فکشن: فن اور فلسفہ" کے نام سے اردو میں ترجمہ کر کے، کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ لارنس نے اپنے عہد میں ناول کے امکانات پر بے حد زور دیا۔ وہ کسی مقدس کتاب یا سائنسی ایجاد پر بھی ناول کو مقدم قرار دیتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ناول میں کسی بھی سماج کے لوگوں کا نفسیاتی اعتبار سے جائزہ ممکن ہے۔ کیونکہ تمام ناول نگار اپنے معاشرے کے سب سے بڑے نبّاض ہوتے ہیں اور وہ کرداروں کی نفسیات سے بھی بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ لارنس جنس کو بھی لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔ ناول نگار اس پہلو سے دامن نہیں بچا سکتا بلکہ وہ ژرف نگاہی کے ساتھ مرد اور عورت کا

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جنس ہمیں جمالیاتی مسرت اور لطف پہنچانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسی لیے لارنس کے اکثر ناولوں میں ہمیں "جنسی شعور" کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ لارنس جہاں ناول کی اصل روح اور اس کے امکانات سے واقف تھا وہیں وہ اس کے فن کے حوالے سے بھی منفرد نظریات رکھتا تھا۔ وہ اپنے مضمون "ناول کے مسئلے پر" میں کرداروں کی بابت گفتگو کرتے ہوئے یہ واضح کرتا ہے کہ ہمارا خیال ہوتا ہے ناول میں مکمل طور پر چھایا ہوا کردار ہیرو ہو سکتا ہے لیکن کیا ایسا نہیں کہ اس کردار کے پیچھے کوئی ایسی طاقت بھی موجود ہوتی ہے جو اس سے یہ فعل کروا رہی ہوتی ہے۔ وہ وہاں کے لوکیل کی ضعیف الاعتقادی بھی ہو سکتی ہے، کوئی اساطیری قوت یا پھر مخصوص عقیدہ۔ "ایک محسوس اور نامعلوم شعلہ سب کرداروں کے پس پردہ ایستادہ ہوتا ہے۔"(8) لارنس نے یہاں کردار کے متعلق ایک ایسی قوت کی جانب اشارہ کیا ہے جو ہماری حقیقی زندگیوں سے بھی سروکار رکھتی ہے۔ ایک ناول نگار جب کسی کردار کے معاملے میں بہت ذاتی ہو جاتا ہے تو وہ دراصل اس سے چند حقائق چھیننے کی کوشش کرتا ہے جسے ہم صرف محسوس ہی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم فکشنی دنیا سے باہر ایک نظر دوڑائیں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ وہ قوت کچھ طبقوں پر اس حد تک حاوی ہو چکی ہے کہ وہ اپنے وجود کو فراموش کر چکے ہیں۔ کیا ایک ناول نگار چاہے گا کہ اس کا کردار "وجود محض" یا کسی "شے" میں تبدیل ہو جائے، ہرگز نہیں۔

کرداروں کے متعلق یہ اپروچ جو ہمیں لارنس کے ہاں دکھائی دیتی ہے، وہ کئی سال گزرنے کے باوجود فی زمانہ کسی بھی ناقد کے پاس نہیں۔ یہاں کردار کا بہت سطحی سا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ آج کا ناول نگار بھی گہرے اور پیچیدہ کردار تخلیق کرنے سے گھبراتا ہے۔ کردار ناول کا بنیادی جزو ہے۔ روایتی ناولوں میں اس کی کہانی یاد رکھی جاتی تھی جبکہ جدید ناولوں میں ناول نگار اپنے کردار کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے، وہ قاری کو مجبور کرتا ہے کہ اسے ناول کردار کی بنا پر یاد رہے۔ قاری کی دلچسپی اور کردار کے ساتھ جڑت اس وجہ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہے کیونکہ وہ فکشنی دنیا میں اپنی حقیقی زندگی کے رنگ تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ کردار کی اہمیت وافادیت کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مغرب میں فکشن کی تنقید انٹرویوز کی صورت میں بھی محفوظ ہے۔ "دی پیرس ریویو (The Paris Review)" میں "فکشن کے فن" کے عنوان سے ایک ایسا سلسلہ ملتا ہے جس میں فکشن نگاروں سے انٹرویوز کیے گئے اور انہوں نے اپنے تجربات کے مطابق ایسے بلیغ اور مبسوط جوابات دیے جن سے فکشن کے فن میں روشن مباحث کا آغاز ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہے کہ ان انٹرویوز میں فکشن نگاروں نے فکشن کے فن پر جو گفتگو کی ہے، ویسے مباحث مشرقی تنقید میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ ان انٹرویوز کو محمد عمر میمن نے "فنِ فکشن نگاری" کے عنوان سے تین جلدوں میں ترجمہ کیا ہے۔ بورخیس سے انٹرویور نے جب سوال کیا کہ آپ کرداروں کے نام کیسے رکھتے ہیں تو ان کا جواب تھا کہ مجھے ہمیشہ کچھ ناموں نے متاثر کیا ہے، بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں کئی کہانیوں میں ایک جیسے نام برت لیتا ہوں مگر میری کوشش رہی ہے کہ "وہ نام چنوں جو مجھے متوجہ کرتے ہیں۔"(9) بورخیس کے کرداروں کے نام اکثر جنگجوؤں کے نام پر ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے دادا فوج میں تھے اور گھر میں تلواروں کی بہتات تھی۔ اس لیے ان کے لاشعور میں گھر کا ماحول موجود تھا جو فطری طور پر ان کے فکشن کا حصہ بھی بنا۔ ایک سچے فکشن نگار کی نشانی بھی یہی ہوتی ہے کہ اپنے فکشن میں ان چیزوں اور پہلوؤں کو بیان کرے جن کا اسے تجربہ رہا ہے۔ ظاہر ہے تجربہ فکشن میں ہمیشہ اہم ہوتا ہے اور اسی کے بل بوتے پر کوئی فکشن نگار اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فکشن نگار اس علاقے میں گیا بھی نہیں ہوتا جہاں کے لوکیل کو وہ اپنے فکشن کا حصہ بناتا ہے۔ یہی وجوہ ہوتی ہے جس کے باعث اس کا فکشن کمزور رہتا ہے۔

ولیم فاکنر مسی سپی کے ناول نگار ہیں۔ 1949ء میں ان کو نوبل انعام بھی ملا۔ ایک انٹرویوز میں جب ان سے تکنیک کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر کسی فکشن نگار کو کسی تکنیک میں دلچسپی ہے تو فکشن اس کے لیے فالتو اور غیر ضروری چیز ہے۔ جب کوئی بھی تخلیق کار فکشن کی اصل روح سے واقف ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔ "نو آموز ادیب اگر کسی کلیے کے چکر میں پڑا تو حماقت کرے گا۔"(10) نئے لکھنے والے اپنے اصل فن سے روگردانی کرتے ہوئے اس چیز پر ہاتھ ڈالنے کے لیے تگ و دو کرتے ہیں جو ابھی ان سے کوسوں دور ہوتی ہے۔ ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ جب کوئی افسانہ / کہانی یا ناول مخصوص طریقے سے اپنی شکل استوار کرتا ہے تو اس کے بعد بھی ہم تکنیک کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ممتاز شیریں نے اپنے مضمون "تکنیک کا تنوع__ ناول اور افسانہ میں" تکنیک کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ "تکنیک کی صحیح تعریف ذرا مشکل ہے۔ مواد، اسلوب اور ہیئت سے ایک علیحدہ صنف۔ فنکار مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک مخصوص طریقے سے متشکل کرتا ہے۔ افسانے کی تعمیر میں جس طریقہ سے مواد ڈھلتا جاتا ہے وہی 'تکنیک' ہے۔"(11) ہر فن پارے میں دو طرح کی ہیئتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ ایک داخلی ہیئت (مواد) اور دوسری خارجی ہیئت (فارم)۔ ان دونوں کے ارتباط سے ہی کوئی بڑا افسانہ یا ناول جنم لے سکتا ہے۔ فکشن نگار کا کبھی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بھی کسی ایک ہیئت کی طرف جھکاؤ نہیں ہوتا بلکہ تکنیک کا فیصلہ تو اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی فارم اور مواد سے مکمل آگاہ ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغرب میں فکشن کی تنقیدی روایت کتنی مضبوط اور روشن ہے۔ وہاں کے ہر فکشن نگار نے اپنے اصول وضوابط طے کیے ہیں جن کو پڑھ کر ادراک ہوتا ہے کہ وہ فن پر ہر چیز کو مقدم جانتے ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں کا فکشن نگار مکمل طور پر آزاد ہے۔ وہاں کے لوگ جانتے ہیں کہ مذہب اور ادب کی کیا اقدار ہوتی ہیں اور وہ ان کو کبھی خلط ملط بھی نہیں ہونے دیتے۔ جبکہ ہمارے فکشن نگار کو وہ آزادی میسر نہیں جس کا وہ حق دار ہے۔ اسے ہر وقت سنسر ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اس معیار کی تنقید بھی نہیں لکھی جارہی جو فکشن کے فنی پیمانے طے کرے۔ ہمارا ناول نگار فکشن کی اصل روح کو نظر انداز کر رہا ہے جس سے کئی امکانات ضائع ہو رہے ہیں۔ مغرب میں فکشن کے فن پر گفتگو کرنے کے جو طریقے وضع کیے گئے ہیں، وہ خاصے دلچسپ ہیں۔ مثلاً آپ انٹرویوز کو دیکھیں تو فکشن نگاروں نے کئی ایسی باتیں کی ہیں جو کسی ادق اور پیچیدہ مضمون سے زیادہ ضروری اور موثر ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے درمیان جو مختلف فکشن نگار موجود ہیں، ان سے انٹرویوز کیے جائیں اور ایسے مضامین لکھوائے جائیں جن سے ہمیں اندازہ ہو کہ ان کے نزدیک فکشن کی معراج کیا ہے۔

اردو میں ممتاز شیریں، شمیم حنفی، وزیر آغا، شمس الرحمن فاروقی، گوپی چند نارنگ اور وارث علوی وغیرہ نے فکشن کی جو تنقید لکھی وہ صرف چند مباحث کو سامنے لاتی ہے۔ تنقید کے یہ نمونے ہی اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فکشن کی تنقید لکھی جانی چاہیے اور اس میں تمام معیارات مشرقی فکشن کو سامنے رکھ کر وضع کیے جائیں۔ اس کے علاوہ ہمیں فکشن کی تنقید کا انداز بھی بدلنا ہو گا تاکہ فکشن کے قاری کی تربیت بھی ممکن ہو۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حوالہ جات

1۔ ماریو برگس یوسا،"نوجوان ناول نگار کے نام خط"(مترجم: محمد عمر میمن)، شہرزاد، کراچی، 2010ئ، ص14

2۔ ایضاً، ص36

3۔ کے۔کے۔ کھُلر،"اردو ناول کا نگار خانہ"، فینس بکس، لاہور، 1991ئ، ص27

4۔ میلان کنڈیرا،"ناول کا فن"،(مترجم: ارشد وحید)، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، 2017ئ، ص 13

5۔ ای۔ایم فارسٹر،"ناول کا فن"(مترجم: ابوالکلام قاسمی)، عکس پبلی کیشنز، لاہور، 2019ئ، ص83

6۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، سید نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر،"ناول کیا ہے؟"، درد اکادمی، لاہور، 1964ئ، ص23

7۔ رچرڈ چیز،"امریکی ناول اور اس کی روایات"،(مترجم: سید وقار عظیم)، آئینہ ادب، چوک مینار انارکلی، لاہور، 1961ئ، ص46،47

8۔ ڈی۔ ایچ لارنس،"ناول کے مسئلے پر" مشمولہ: فکشن، فن اور فلسفہ، (مترجم: مظفر علی سید)، مکتبہ اسلوب، کراچی، 1986ئ، ص66

9۔ محمد عمر میمن(مترجم)، فنِ فکشن نگاری(جلد اول)، مکتبہ دانیال، کراچی، 2016ئ، ص57

10۔ محمد عمر میمن(مترجم)، فنِ فکشن نگاری(جلد دوم)، مکتبہ دانیال، کراچی، 2016ئ، ص105

11۔ ممتاز شیریں،"تکنیک کا تنوع__ ناول اور افسانہ میں" مشمولہ: معیار، فکشن ہاؤس، لاہور، 2020ئ، ص12

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021